بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

خرم مراد

دنیا آج اپنی تاریخ کے ایک انتہائی سنگین بُحران سے گزر رہی ہے۔ آدم کے بیٹوں نے اسے فساد و خون ریزی اور ظلم و جور سے بھر دیا ہے' **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** کا عالم ہے۔ اخلاق و قانون کے معروف ضابطے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں' قوموں کے درمیان بھی اور انسانوں کے درمیان بھی۔ معروف اور منکر کا احساس ختم ہوگیا ہے' اس کی تمیز اٹھ گئی ہے' بلکہ منکر' معروف بن گیا ہے اور معروف' منکر۔ کہیں جنگ کے طبل بج رہے ہیں' کہیں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے' کہیں ہوس و انتقام کے ہاتھوں عزت و آبرو کا دامن تار تار ہے۔ پبلک زندگی میں لُوٹ کھسوٹ اور بدعنوانی کا راج ہے' ہوسِ اقتدار اور نااہلی نے انسانوں کی زندگی کو دکھ' مشقّت اور یاس سے بھر دیا ہے۔

عام آدمی کی زندگی سکون اور چین سے محروم ہے۔ ایک طرف فقروغربت کا یہ عالم ہے کہ بیش تر انسان جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں' دوسری طرف پیسے کی اتنی فراوانی ہے کہ کوئی عیش نہیں جو میسر نہ ہو۔ لیکن غریب ہوں یا امیر' سب کی خواہش یہی ہے کہ جو نہیں ہے وہ کسی نہ کسی طرح ملنا چاہیے' اور زیادہ سے زیادہ ملنا چاہیے' اس ہوس نے جہنم کی آگ کو' جو کل عین الیقین سے دیکھی جائے گی' آج ہی --- دلوں کے اندر' چہروں پر' گھروں اور بازاروں اور ایوانوں میں --- اس طرح سُلگا دیا ہے کہ دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ کے مطابق ''برباد ہوا درہم کا بندہ' برباد ہوا دینار کا بندہ !'' زندگی ایک صحرا بن گئی ہے' جس میں شیطان نے انسان کو بھٹکا دیا ہے' اور وہ حیران و سرگرداں ہے۔

اس سنگین بُحران کا سب سے سنگین حصّہ اُمّتِ مُسلمہ کے حصہ میں آیا ہے۔ ایک ارب انسانوں پر مشتمل اور ہر قسم کے وسائل سے مالا مال' اس دسترخوان پر دنیا کی قومیں بھوکوں کی

طرح ٹوٹی پڑ رہی ہیں' اور وہ سب کے لیے ایک تر نوالہ بن گئی ہے۔

کشمیر' بوسنیا' فلسطین --- سراپا درد ہوں' حسرت بھری ہے داستان میری۔ ذلت و مسکنت سروں پر مسلّط ہے۔ افتراق و انتشار کی آگ بھڑک رہی ہے۔ غربت' جہالت اور پس ماندگی مقدر بن گئی ہیں۔ سب کشتی میں چھید کرنے میں مصروف ہیں' اوپر والے بھی اور نیچے والے بھی۔ حکمراں اپنی اور غیروں کی خواہشات کے آگے سجدہ ریز ہیں' اور عام آدمی خوف و حزن کا شکار اور تمناؤں کے سراب میں گم۔

فساد کے اس غلبے کی اصل وجہ کیا ہے ؟ اس کا علاج کیا ہے' کیسے ہو سکتا ہے ؟

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجایش نہیں کہ یہ دنیا کسی اندھے راجہ کی اندھیر نگری نہیں' نہ تاریخ انسانی پر اندھی بہری قوتوں کی کارفرمائی ہے۔ زمان ہو یا مکان' کائنات ہو یا تاریخ' حکمرانی اسی کی ہے' جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے' اسی کی مشیّت و تدبیر سے ہے اور ہو رہا ہے' جو سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے' ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ رحمت اور عدل سے حکم کر رہا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے اور **قائماً بالقسط** ہے۔ **وَمَا یَعزُبُ عَن رَّبِّکَ مِثقَالِ ذَرَّۃٍ فِی الاَرضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصغَرَ مِن ذٰلِکَ وَلَآ اَکبَرَ اِلَّا فِی کِتٰبٍ مُّبِینٍ** کوئی ذرّہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے' نہ چھوٹی نہ بڑی' جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو' اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو' (یونس ۱۰ : ۶۱)۔

اس لیے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے سنّت الٰہی کے مطابق ہو رہا ہے' اور اس میں ظلم کے شائبہ کا بھی امکان نہیں۔ **اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظلِمُ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ** ' بے شک اللہ (کسی پر) ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا' (النسا ۴:۴۰)۔

یہ سُنّتِ الٰہی کیا ہے ؟

جہاں تک فردِ انسانی کا تعلق ہے' اس کو دنیا میں نعمت بھی ملتی ہے اور مصیبت بھی۔ لیکن ان کا انحصار اس کے اعمال پر نہیں۔ نہ بڑی سے بڑی دنیوی نعمت کی کوئی قیمت ہے کہ اس کا ملنا بھلائی میں شمار ہو' نہ تکلیف کی کہ وہ اس کے حق میں برائی ہو۔ یہ دونوں بھلائی اور بُرائی کمانے کے مواقع اور ذرائع ہیں۔ اور یہ فرد پر منحصر ہے کہ وہ اپنے ایمان و عمل سے جس کو چاہے اپنے حق میں ابدی نعمت میں تبدیل کر لے' جس کو چاہے عذاب میں۔ دنیا کا آرام ہو یا تکلیف' گزر جانے والی چیزیں ہیں' باقی رہنے والے صرف ایمان و عمل ہی ہیں۔ اسی لیے دنیا کے ملنے نہ کوئی

ایسا حساب اور معلوم ضابطہ بھی نہیں جیسا اعمال کا' کہ رزق بغیر حساب ملتا ہے۔

لیکن اجتماعِ انسانی کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ کوئی فردِ انسانی اس لیے نہیں مرتا' جوان اور بوڑھا نہیں ہوتا' راحت یا مصیبت میں نہیں پڑتا' کہ وہ نیک یا بد ہے۔ نہ اس کو موت کے بعد زندگی واپس مل سکتی ہے نہ بڑھاپے کے بعد جوانی۔ مگر قوموں اور تہذیبوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا ہی قانون بیان فرمایا ہے۔ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے مرتی ہیں۔ **فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ** 'پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا ' (العنکبوت ۲۹ : ۴۰)۔ **وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰـهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا** ' اور اس بستی کو ہم نے اس وقت ہلاک کیا جب وہ ظلم میں پڑ گئے' (الکہف ۱۸ : ۵۹)۔ ایک قوم ہلاکت کے کنارے پہنچ کر واپس بھی آسکتی ہے' جیسا قوم یونس کے معاملے میں ہوا۔ وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوسکتی ہے' جیسا بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ فرد کے ایمان و تقویٰ کے ساتھ دنیا کی نعمتیں وابستہ نہیں کی گئیں' لیکن قوموں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ "اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے" (الاعراف ۷ : ۹۶)۔ اور اگر تم راہِ استغفار پر گامزن ہو تو "وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا' تمھیں مال اور اولاد سے نوازے گا' تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا" (نوح ۷۱ : ۱۱' ۱۲)۔

اُمّت مُسلمہ کے معاملے میں بھی یہی قانون لاگو ہے۔ اگر جنگل کا سب سے کانٹے دار حصہ اس کا مقدّر بنا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس کو اپنے اعمال کے بقدر ہی نہیں' دوسروں کے اعمال میں سے بھی حصہ مل رہا ہے۔ اس لیے کہ یہی تو اس کے لیے ذمہ دار بنائی گئی تھی کہ وہ اس دنیا کو گلزار بنائے۔ اور سب "اپنے" لیے بنتے ہیں اور جیتے ہیں' یہ اُمّت تمام انسانیت کے لیے بنائی گئی تھی' (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)' اس کا جینا اسی مقصد سے وابستہ کیا گیا تھا کہ وہ دین و شریعت اور عقل و فطرت کے نزدیک جانی پہچانی اور مُسلّمہ نیکیوں کی ہدایت کرے اور برائیوں سے روکے' (تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ)' خود ایمان باللہ کی حامل بھی ہو اور دوسروں کے لیے اس کا نمونہ اور گواہ بھی' (تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ)' اور بھلائی کی طرف بلانے والی ہو' (يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ)۔ جب اُمّتِ مُسلمہ ہی اپنے مقصدِ وجود کو فراموش کرکے دوسرے راستوں پر نکل گئی' تو یہ دنیا جنگل بن گئی' اور مشیّتِ الٰہی نے سب سے زیادہ کانٹوں والا جنگل اس اُمّت کے حصے میں لگا دیا۔

دنیا کا فساد ہو یا اُمّتِ مُسلمہ کے مسائل' ان کا کوئی حل اس کے علاوہ ممکن نہیں کہ اوّل اُمّت یہ جانے کہ اس کا مقصد اور مشن سارے انسانوں کو خیر کی طرف بلانا' اور حق و قسط کو قائم کرکے ان کے سامنے اس پر گواہ بننا ہے۔ دوسرے' وہ یہ جانے کہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد اور میثاق میں بندھی ہوئی ہے۔ یہی میثاق اس کی تشکیل کی بنیاد ہے' اسی سے وفا پر اس کی بقا اور ترقی کا انحصار ہے' اور آج تک دنیا میں اسے جو کچھ مِلا ہے اسی کی وجہ سے ملا ہے۔ وہ خدا کی آخری ہدایت و وحی کی امین ہے' اس کے دین و شریعت کی نعمت سے سرفراز ہے' انسانیت کا ضمیر اور "نفسِ لوّامہ" ہے' اور اس کے دین کی حقیقت احتسابِ کائنات ہے۔ جب وہ ہر نفس خود اپنے عمل کا حساب کرنے لگے گی' تب ہی دستِ قضا میں شمشیر بن کر فسادِ ارضی کا خاتمہ کرسکے گی۔

ہماری اُمّت کی یہ حقیقت اور مقام بالکل واضح ہے۔ اس کا نام اسی کا اعلان ہے۔ **هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ** ' اس نے تمہیں "مسلم" کا نام دیا ہے۔ اُمّتِ مُسلمہ کا نام نسل پر مبنی ہے' نہ رنگ' زبان' علاقہ' دنیاوی اور مادی مفادات' معاشی ترقی کے مقام پر۔ یہ تو ایمان و عمل کا مظہر ہے۔ اللہ کو اپنا ربّ مان لینا' اس کے آگے جھک جانا' صرف اس کا بن جانا' اور اس کی تابعداری کے لیے ہروقت دست بستہ کھڑے رہنا' اس کے علاوہ "مسلمہ" کے کوئی معنی نہیں۔

اس کی تاریخ اور روایات بھی یہی بتا رہی ہیں۔ **مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ** اپنے باپ' ابراہیم علیہ السلام کی مِلّت ! جہاد اور شہادت حق کی راہ پر گامزن ملت ! وہ ملت جو بے خطر آتشِ نمرود میں کود پڑے' گھربار اور وطن ترک کردے' دشت و بیابان میں اپنا گھر بنائے' اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری رکھنے سے دریغ نہ کرے' جب پکارا جائے تو کہے' لبیک (میں حاضر ہوں)۔ قرآن نے سیدنا ابراہیمؑ کے مادی کمالات کی نہیں' عشق و قربانی کی داستان سنائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسی کے صلے میں ان کو امام عالم بنایا۔

قرآن کی آیات یہی روشنی دے رہی ہیں : تمہیں اُمّت وسط بنایا تاکہ لوگوں کے سامنے گواہ بنو (البقرہ)' اللہ کی راہ میں جہاد کرو تاکہ لوگوں کے سامنے گواہ بنو (الحج) ' رسول ' کتاب ' اور میزان اس لیے اتارے کہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں' اب دیکھیں کون اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کے لیے کھڑا ہوتا ہے (الحدید)' انصاف کے قائم کرنے والے بنو' لوگوں کے سامنے گواہ ہو' صرف اللہ کے لیے (النسا ' المائدہ)۔ ان کے ساتھ ہی اس نے عُلوّ و غلبہ' تمکین و حکومت اور اِستخلاف کا وعدہ مشروط فرمایا۔

رسولِ ہاشمیؐ کا اُسوہ اسی حقیقت پر گواہ ہے۔ "اے نبی، ہم نے تمہیں گواہ، اور بشارت دینے والا، اور آگاہ کرنے والا، اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کی اجازت سے، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ کہلوایا گیا کہ "اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری راہ چلو، میرے پیچھے پیچھے ہو لو۔" حرا سے اتر کر اس وقت تک جب رفیقِ اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے، ہر دَم اور ہر سانس آپؐ کس راہ پر چلتے رہے، کس مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے؟ یہی مشن اُمّت کی حقیقت اور مقام ہے، اسی میں اس کے لیے عزت و سربلندی ہے، اسی میں انسانیت کے لیے آج کے عالمگیر فساد سے نجات کی راہ ہے۔

اس مشن کی تکمیل کا عہد و میثاق ہوا تو اُمّتِ مُسلمہ وجود میں آئی۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَهِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (المائدہ ۵:۷)

اور یاد کرو (ہدایت کی) اس نعمت کو جو اللہ نے تمہیں دی ہے، اور (یاد رکھو) اس پختہ عہد و پیمان کو جو اس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمہارا یہ عہد کہ "ہم سنیں گے اور مانیں گے"۔

رسول اور کتابِ ہدایت کی نعمت کا تقاضا کیا ہے، اور امّت سے بحیثیت مجموعی سننے اور ماننے کا میثاق کس چیز کے لیے ہے۔ یہ بھی ساتھ ہی ساتھ بتا دیا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (المائدہ ۵ : ۸)

اے ایمان والو، اللہ کی خاطر، راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔

اور بنی اسرائیل کے حوالے سے، ہمارے اس میثاق کو بالکل کھول کر بیان کر دیا:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (المائدہ ۵ : ۱۲)

اور اللہ نے کہا تھا: "میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم رکھی، اور زکوٰۃ دی، اور میرے رسولوں کو مانا، اور ان کی نصرت کی، اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں تو یاد نہیں کہ ہم نے کوئی ایسا میثاق کیا ہو۔ لیکن ہر عہد لکھ پڑھ کر اور قول و قرار کرکے نہیں ہوتا۔ جب بچہ گھر میں پیدا ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے، تو ماں باپ کی

اطاعت، ان سے حسن سلوک، اور گھر کی روایات و ضوابط کی پابندی کے عہد میں بندھ جاتا ہے۔ جب آدمی کسی کے دسترخوان پر مسلسل کھاتا ہے تو وفاداری، اور نمک حرامی سے اِجتناب کا پابند ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی کی ملازمت شروع کردیتا ہے اور تنخواہ وصول کرلیتا ہے، تو شرائطِ ملازمت پوری کرنے کا عہد کرلیتا ہے۔

یہی معاملہ مسلمان کا ہے۔ بحیثیت انسان کے وہ مسلسل ربِّ کائنات کے دسترخوان پر کھا رہا ہے، اور اس سے ہر لمحہ اپنی تنخواہ لے رہا ہے۔ وہ اس سے عہدِ بندگی کا، نمک حلالی کا، پابند ہے۔ بحیثیت مومن کے وہ کلمہ پڑھتا ہے (جو قول و قرار ہے)، قرآن کو کتابِ الٰہی تسلیم کرتا ہے، اس نے اللہ سے ہدایت کا یہ دسترخوان اپنی امانت میں لیا ہے، اس کے آباء و اجداد پر صدیوں اس کی بدولت آسمان و زمین سے برکتوں کے دوازے کھلے رہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے میثاق کو یاد رکھنے سے پہلے اس کی یہ نعمتیں یادکرنے کی ہدایت کی، تاکہ دلیلِ راہ بنیں۔

اس میثاق پر مہر تصدیق اس وقت لگی جب بدر کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے سامنے آہ و زاری کرتے ہوئے عرض کیا کہ "اگر یہ مٹھی بھر گروہ ہلاک ہوگیا، تو زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔" یہ ایک ناز بھری التجا ہی نہ تھی، یہ پوری اُمّت کی طرف سے امامِ اُمّتؐ کا عہد و میثاق بھی تھا: اگر تو نے آج اس میدان میں اس مٹھی بھر گروہ کو فتح اور زندگی عطا کی، تو رہتی دنیا تک یہ اُمّت زمین پر تیری بندگی قائم کرنے کی پابند ہوگی۔ بدر کی فتح ہی نے اُمّت مُسلمہ کے لیے، اور اس کے ذریعہ انسانیت کے لیے، زندگی اور فتوحات کے دروازے کھول دیے، تاکہ اللہ کی یہ بات پوری ہو کہ "جسے ہلاک ہونا ہے وہ روشن دلیل کے ساتھ ہلاک ہو، اور جسے زندہ رہنا ہے وہ روشن دلیل کے ساتھ زندہ رہے" (الانفال ۸ : ۴۲)۔

عہد کی پابندی پر زمین و آسمان قائم ہیں، پوری انسانی زندگی قائم ہے، خاندان، سیاست اور معیشت قائم ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید بار بار ایفائے عہد کی تاکید کرتا ہے۔ عہد شکنی، اور زبان و دل اور قول و عمل کے تضاد کو نفاق قرار دیتا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ حضورؐ تقریر فرماتے ہوں اور یہ نہ کہتے ہوں کہ **لَا دِینَ لِمَن لَا عَھْدَ لَہٗ وَلَا ایمانَ لِمَن لَا اَمانَۃَ لَہٗ**، جس کو پاسِ عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں، اور جس کو پاسِ امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔

جس سورۃ المائدہ میں آیت میثاق درج ہے، جو اس تاکید کے ساتھ شروع ہوئی کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ، اسی میں کھول کر بیان کردیا گیا ہے کہ نقضِ عہد کیا ہوتا ہے، اور کس انجام تک پہنچاتا ہے۔

بنی اسرائیل ' ہم سے پہلے اُمّتِ مُسلمہ تھے۔ ان کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے :

یہ الفاظ کا الٹ پھیر کر کے ' بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ جو تعلیم انھیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھول چکے ہیں۔ آئے دن تمھیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں (۱۳:۵)۔

تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں ' اور حرام کے مال کھاتے ہیں۔کیوں ان کے علما اور مشائخ انھیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے ؟ (۵ : ۶۲ - ۶۳)۔

اے اہلِ کتاب ' تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو ' جب تک توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمھارے ربّ کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہیں (۵ : ۶۸)۔

اے اہل کتاب ' اپنے دین میں ناحق غُلُوّ نہ کرو۔ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داوٗدؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی ' کیونکہ وہ سرکش ہوگئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے ' انھوں نے ایک دوسرے کو بُرے کام کرنے سے روکنا چھوڑ دیا تھا (۵ : ۷۷ - ۷۹)۔

یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا ' جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ' اور ان کے دل سخت کردیے (۵ : ۱۳)۔

ہم اس آئینے میں اپنی تصویر نہ دیکھ سکیں ' مگر آج خلا سے کوئی ایسی مخلوق زمین پر آئے جو نہ ہماری کتابیں پڑھ سکتی ہو نہ تقریریں سمجھ سکتی ہو ' اور اس کے جاننے کا ذریعہ صرف آنکھیں ہوں ' تو اسے ہماری تصویر دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ واشنگٹن ' لندن ' پیرس ہو یا جکارتا ' کراچی ' ریاض اور قاہرہ ' اسے انسانوں میں کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔ دونوں کے مقاصدِ زندگی ایک ' دونوں کی تگ و دو ایک ' دونوں کے ادارے ایک۔ کوئی فرق نظر آئے گا تو وہ یہ کہ عام انسانی اخلاق کے لحاظ سے اور تہذیب کی ظاہری چمک دمک کے لحاظ سے وہ ہم سے بہت آگے ہیں۔ وہ اگر یہ رائے قائم کرے کہ آج کے مسلمانوں کا طرزِ عمل ظلم و زیادتی کی ' بے ایمانی اور دھوکہ دہی کی ' رشوت اور بدعنوانی کی ' ہوسِ زر اور تنگ دلی و تند خوئی کی تعلیم دیتا ہے ' تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

یہ لعنت اور دل کی سختی نہیں تو کیا ہے کہ بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے ' ظلم و بے رحمی اور غیر انسانی سلوک کے ریکارڈ توڑ رہے ہیں ' ملک و ملّت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں ' ہوسِ

اقتدار اور باہمی ضد و عناد میں وطن کے استحکام' ترقی اور مستقبل کو داؤ پر لگا رہے ہیں' اپنے تخت کی حفاظت کے لیے اپنے ہی جوانوں کو تختۂ دار پر کھینچ رہے ہیں' ساتھ ہی وعظ و نصیحت' نماز و قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے' مگر دل نرم نہیں پڑتے' روّیوں میں نرمی نہیں آتی' اخلاق و عمل میں تبدیلی نہیں پیدا ہوتی۔

ہم چاہیں کہ اللہ سے اپنے میثاق کی تجدید اور اس کو وفا کرنے کی جستجو و کاوش کے بغیر ہمارے مسائل حل ہو جائیں' ہمیں سیاسی استحکام نصیب ہو' معاشی ترقی حاصل ہو' یگانگت اور اتحاد پیدا ہو' عزت و سربلندی ملے' تو ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔

آج ہماری تمناؤں اور آرزوؤں کی معراج کیا ہے ؟ ہم "ان" جیسے بن جائیں' ہمیں ان کا قرب حاصل ہو' ہم ان کی داد و تحسین کے مستحق ٹھہریں' جو ترقی یافتہ اور مہذب کہلاتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے ہی زمین کو فساد اور ظلم و جَور سے بھر دیا ہے' اور انھی کی وجہ سے ہم اپنے مقصد سے محرومی' اپنی ثقافت سے بے گانگی' اور ذلت و نکبت کے امراض میں مبتلا ہیں۔ یا پھر ان کی سطح پر پرواز کے لیے ٹیک آف کا مقام ہی پالیں' "ایشیائی ٹائیگر" کے لقب ہی سے کوئی ہمیں پکار دے۔ "مدینہ" کی صف نہ سہی کوریا اور تائیوان کی صف میں ہمارا شمار ضرور ہو جائے۔

جب ہمارے بقراط و جالینوس ہمارا علاج تجویز کرتے ہیں تو کوئی کہتا ہے کہ بچوں کو پہلی جماعت سے انگریزی پڑھاؤ' کوئی کہتا ہے سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم عام کرو' کوئی کہتا ہے صنعتی پیداوار بڑھاؤ' کوئی کہتا ہے لندن اور پیرس کی طرح بن جاؤ۔ لیکن جو ان ساری چیزوں میں ہم سے کوسوں آگے ہیں' جو ان سارے میدانوں میں امام ہیں اور ترقی کی اعلیٰ ترین منزلیں چھو چکے ہیں' جن کے "چہرے" ایسے روشن ہیں کہ نگاہیں خیرہ ہو جائیں' کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کا اندرون چنگیز سے تاریک تر ہے' جو خود انتشار کا شکار ہیں' جہاں بے یقینی و یاس نے اور بدامنی نے اپنے تاریک سائے ڈال دیے ہیں۔

کارخانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد' صاف شفاف سڑکیں' قومی پیداوار میں چند پوائنٹ کا اضافہ' اسٹاک ایکسچینج کا اوپر اٹھنا' فی کس ٹیلیفون لائنوں کا بڑھ جانا' فی کس آمدنی میں اضافہ --- یہ تو وہ کھلونے ہیں جو مغرب کے بالغ نظر استاد نے ہمارے ہاتھوں میں تھما دیے ہیں' تاکہ ہم اپنے اصل مقام سے غافل' ان سے دل بہلاتے رہیں' تاکہ "سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر۔"

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا ' جس نے
قبض کی روح تری' دے کے تجھے فکرِ معاش

ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ معاشی ترقی کے بت کی طرف مسابقت کی دوڑ ایک ایسی دوڑ ہے جس میں بالآخر تہذیبی لحاظ ہی سے نہیں' معاشی لحاظ سے بھی' پس ماندہ رہنا ہمارا مقدر ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہرگز نہیں' اور یہ غلط فہمی بالکل نہ ہونی چاہیے کہ مسلمان فقروغربت ہی میں جینے کے لیے پیدا ہوا ہے' اور اسے معاشی ترقی کے لیے کوشش نہیں کرنا چاہیے' یا دنیاوی ترقی مطلوب نہیں' کارخانے اور سڑکیں نہیں بننا چاہئیں۔ نہیں' ہمارا مدّعا یہ اور صرف یہ ہے کہ ان کو مقصد زندگی نہ بننا چاہیے۔ جب یہ مقصود بن جاتے ہیں تو "بت" بن جاتے ہیں۔ پھر نہ خدا ملتا ہے نہ وصالِ صنم۔ پھر ہر جگہ چوری اور بدعنوانی کے سوراخ ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر ایک بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لیے اتر پڑتا ہے۔ پھر ایک اُمّتِ مُسلمہ کا حشر وہی ہوتا ہے جو بنی اسرائیل کا سامری کے بچھڑے کی پرستش کرکے ہوا۔ پھر اُمّت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

حکمتِ مغرب سے ملّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

آج سے تقریباً تیس سال قبل' ماہنامہ "چراغ راہ" کے تحریکِ اسلامی نمبر میں' مستقبل کے سب سے بڑے مسئلے کے سلسلے میں ہم نے جو کچھ لکھا تھا ہم اسے یہاں دہرا دینا مفید سمجھتے ہیں۔

"قیامِ پاکستان کے بعد ہی سے آہستہ آہستہ' اور مارشل لا لگنے کے بعد بڑی شدّت سے' نہ صرف یہ کہ ہماری قوم کو اس کے اصل اور فطری نصب العین سے مایوس کیا گیا' اور اس سے رشتہ کاٹا گیا' بلکہ بدترین ظلم یہ کیا گیا کہ ایک سوچے سمجھے انداز میں اس کے لیے ایک دوسرے نصب العین کا سنہری دام بچھایا گیا' جو نہ اس کے معتقدات کے مطابق تھا اور نہ اس کے ساتھ اس کی ثقافتی و دینی روایات رواج پا سکتی تھیں۔ یہ نصب العین ہے' "معاشی ترقی" اور "معیارِ زندگی کی بہتری" کا۔ انگریز کی طویل غلامی سے نکل کر یہ مردِ بیمار ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے لیڈروں اور ہمارے نشرواشاعت کے تمام ذرائع نے اس مقصد کی زہریلی خوراکیں اس کے حلق سے نیچے اتارنا شروع کر دیں۔

"یہ ایک ایسا نصب العین ہے جس کے ساتھ نہ اسلام کا نباہ ہوسکتا ہے نہ اخلاق کا' نہ اس

میں روحانیت کا کوئی سوال باقی رہتا ہے نہ پاکیزگی اور ایثار کا۔ اس نے ہمیں چند جسمانی مظاہر اور چند ٹکڑوں کے عوض اپنی قیمتی متاع بھی فروخت کر ڈالنے پر تیار کردیا۔ اس نے ہمارے نوجوانوں کے عزائم کو پست اور ان کی امنگوں کو سرد کردیا۔ اس نے ہمیں خودغرضی اور نفس پرستی کا درس دیا۔ اس نے ہماری مِلّی وحدت کو پارہ پارہ کردیا۔ اس نے اس قوم کو جو کبھی لا الٰہ الاّ اللہ جیسے روحانی مقصد کے لیے دیوانہ وار مصروفِ جدوجہد ہوگئی تھی، محض فیکٹریاں بنانے اور کھیتوں کی پیداوار بڑھانے کے مقاصد کے ساتھ باندھ کر پستی میں دھکیل دیا۔ اس نے معاشی لوٹ کھسوٹ، اخلاقی اباحیت، غلامی، بین الاقوامی گدائی، بے یقینی، احساس کمتری، بے حیائی اور منافقت کے ناپاک رجحانات کو جنم دیا، یا تقویت پہنچائی۔ یہ اس کے زہریلے پھل ہیں، جو آج ہم کھا رہے ہیں اور مستقبل میں بھی کھائیں گے۔اگر اُمت مُسلمہ کا آئیڈیل یہی ہونا تھا تو رسول اللہؐ کفار قریش کی حکومت، دولت اور حسن کی پیش کش کو کبھی ردّ نہ فرماتے۔

"دین جس راستے پر لے جانا چاہتا ہے، معاشی انصاف اور خوشحالی اس کے لازمی نشان ہائے منزل ہیں۔ لیکن اگر معاشی ترقی نصب العین بن جائے، تو دونوں کے راستے مخالف سمت میں جاتے ہیں۔ بڑے عیّار ہیں وہ لوگ، جو یہ کہہ کر آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں کہ ہم اِسلام بھی چاہتے ہیں، اور مادی ترقی بھی۔ حالانکہ ان کی تمام جدوجہد، ان کی پوری زندگی، معاشی ترقی کی دیوی کے لیے خالص ہو کر رہ گئی ہے۔

"تحریک اسلامی کیونکہ اسلامی مقاصد اور آخرت کے نصب العین کی دعوت کو لے کر کام کررہی ہے، اس لیے اسے مستقبل میں باطل کے اس خطرناک اوتار کے خلاف جہاد اکبر کرنا ہوگا۔ اسے ایک طرف اس نصب العین کی ان جڑوں کو کھودنا ہوگا جو آہستہ آہستہ ہمارے جسم کے اندر پھیلتی چلی جارہی ہیں۔ دوسری طرف ملک کے نوجوانوں کو اس بات کا یقین دلانا ہوگا کہ اگر دونوں مقاصد کا نعرہ لگایا تو اِسلام کا دامن ہاتھ سے چھوٹنا تو یقینی ہے ہی، لیکن باوجود تمام قوتیں لگا دینے کے، مادی خوشحالی کی چڑیا بھی ہاتھ نہ آئے گی۔ اس حقیقت پر ہماری پوری تاریخ شاہد ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم نے دعوتِ اسلامی کے لیے اپنی جدوجہد کو خالص کر لیا تو خوشحالی اور مادی ترقی بھی لازمی ہے اور آخرت کی بھلائی بھی:

> اگر وہ تورات اور انجیل اور وحی الٰہی کو قائم کرتے تو ان کے اوپر سے بھی رزق برستا اور پیروں کے نیچے بھی ابلتا جسے وہ کھاتے (المائدہ ۵ : ۶۶)۔

"یہ آئندہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ یہ کرنے کا سب سے بڑا کام ہے۔ اور موجودہ

تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے اس کام کو کرنا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز راستے پر سفر کرنے کے مترادف ہے"۔ (بحوالہ : مسائل و افکار ' ص ۱۴ - ۱۶)۔

آج امت کے لیے عصر حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے ' انسانیت کی نجات بھی اسی میں ہے ' کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس پکار پر کان دھرے اور لبیک کہے :

اے لوگو ! جو ایمان لائے ہو ' اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو ' جب کہ رسول تمھیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہے۔ . . .

اور بچو اس فتنہ سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انھی لوگوں تک محدود نہ رہے گی ' جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا ہو۔ . . .

اے لوگو ! جو ایمان لائے ہو ' جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو ' نہ اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو (الانفال ۸ : ۲۴ - ۲۷)۔

شکر ہے کہ آج امّت میں اللہ اور رسولؐ کی پکار ہر طرف سے اٹھ رہی ہے۔ مرد ' عورت ' بوڑھے ' نوجوان ' بچے سب اس پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اسلامی تحریکات نے جدوجہد کا دیا جلا دیا ہے۔ ابھی اس کو چراغ اور آفتاب بنتے وقت لگے گا ' اس راہ میں سنگ ہائے گراں حائل ہیں ' لیکن اس پر لبیک کہنا ہی زندگی اور ترقی کا ضامن ہے۔ یہ ہر مسلمان کا کام ہے کہ وہ اپنے عمل کا حساب کرے اور دیکھے کہ وہ اپنے عہد و امانت کی پاس داری کے لیے کیا کر رہا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے بے انتہا شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس رسالہ کے ذریعے اپنے پیغام کی ترجمانی کی توفیق بخشی اور ہماری بری بھلی کوششوں کو اس لائق بنایا کہ اللہ کے نیک بندوں میں اسے قبولیت حاصل ہو۔ اس کے نزدیک قبولیت ہی ہماری مساعی اور تمناؤں کا منتہیٰ ہونا چاہیے۔ ہم پڑھنے والوں کی طرف سے نقد و نظر اور مشوروں کے لیے بہت شکر گزار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے گا۔

پرچہ اہتمام سے حوالہ ڈاک کیا جاتا ہے۔ بھول چوک یا ڈاک کے نظام کی وجہ سے اگر کسی کو ۳ تاریخ تک موصول نہ ہو تو فوراً انتظامی امور کے پتے پر متوجہ کریں۔ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔